ائمہ مجتہدین کے متفق علیہ اور مختلف فیہ مسائل کی تحقیق اور
فقہی اختلاف میں راہِ اعتدال پر لانے والی معروف کتاب

مواہبِ رحمانی
ترجمہ
میزانِ شعرانی

جلد اوّل

عربی تالیف

حضرت شیخ امام عبد الوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

کیونکہ میں نے اس کتاب میزان میں ان امور کو جن پر تمام اقوال معمولہ اور غیر معمولہ کی بنا ہے خوب اچھی طرح بیان کیا ہے اور دل سے اس کا یقین کیا ہے کہ جو لوگ ان مذاہب پر عمل کرتے تھے اور ان کو خدا تعالیٰ کا دین سمجھ کر لوگوں کو اس کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دستِ اجل کا شکار ہو گئے، اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر تھے۔ برخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ وہ اس بارہ میں خطا پر تھے۔ اس سے تم جان گئے ہو گے کہ میرا یہ مسلک نہیں ہے کہ مکلّف مختار ہے چاہے رخصت پر عمل کرے یا عزیمت پر۔ حالانکہ وہ اس عزیمت کی بجا آوری پر قادر ہو جو اس کیلئے خاص ہے۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میری زبان ایسے کلمات کی گویا ہو۔ حالانکہ اس سے دین کے ساتھ لہو ولعب لازم آتا ہے۔ چنانچہ پہلے گذر چکا ہے۔ البتہ رخصت پر عمل کرنا اس وقت درست ہے کہ جب مکلّف اس عزیمت کی بجا آوری سے یقیناً عاجز ہو جائے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اس شخص کیلئے رخصت ہی عزیمت ہے۔ بلکہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو مقلد پر واجب ہے کہ اپنے امام کی بیان کردہ رخصت پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کا اہل نہ ہو۔ اور جب عزیمت کی بجا آوری پر قادر ہو تو اسی پر عمل کرنا ضروری ہے اگر چہ اس کے امام کے سوا دوسرے امام نے اس کا حکم دیا ہو۔ کیونکہ یہ تمام احکام درحقیقت شارع ہی کے کلام ہیں نہ کسی اور کے۔ اور بالخصوص اس وقت کہ جب دوسرے امام کی دلیل اس مقلد کے امام کی دلیل سے زیادہ قوی ہو۔

برخلاف بعض مقلدین کے یہاں تک کہ ایک نے مجھ سے کہا کہ اگر میں بخاری شریف یا مسلم شریف میں کوئی ایسی حدیث دیکھوں جس کو میرے امام نے نہ لیا ہو تو میں بھی اس پر عمل نہ کروں؟ یہ اس کی کس قدر جہالت کی دلیل ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ ایسے شخص سے سب سے پہلے اس کا امام بیزار ہوگا۔ کیونکہ اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے امام کو اس حدیث سے بے خبری پر محمول کرتا یا یہ خیال کرتا کہ شاید یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ثابت ہوئی ہوگی چنانچہ اس کی وضاحت آئندہ فصول میں آجائے گی اگر خدا نے چاہا۔ کیونکہ آج تک مجھ کو کوئی حدیث متفق علیہ ایسی نہیں ملی جس کو کسی ایسے شخص نے ضعیف بتایا ہو جس کی تضعیف ہمیشہ معتبر مانی گئی ہو۔ اور کسی کو مناسب نہیں کہ قوم کے کلام میں کسی مرجوح قول پر عمل کرے جب تک کہ اس مرجوح قول میں باعتبار قول ارجح کے دینی احتیاط نہ ہو۔ جیسے مذہب شافعیؒ میں صغیرہ لڑکی اور بال اور ناخن کے چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا اگر چہ ان کے نزدیک ضعیف ہے لیکن چونکہ اس میں دینی احتیاط زائد ہے اس لئے یہی بہتر ہے کہ ان سب چیزوں سے وضو کرے۔ انتہیٰ۔ اور جس کو اس کتاب میزان سے دل بستگی ہے وہ آئمہ مجتہدین کے مذاہب اور ان کے مقلدوں کے تمام اقوال کو ایک ہی شریعت سمجھتا ہے اور ایک ہی شخص کی لیکن اس کے اندر دو مرتبہ جانتا ہے جو شخص جس مرتبہ پر عمل کرے گا تو بقید وجود شرط مصیب ہوگا۔ انشاء اللہ آئندہ فصلوں میں اس کو واضح کر دیا جائے گا۔ اور مجھ کو امام داؤد ظاہریؒ کی اس قول کی (کہ اس صغیرہ کو چھو لینا جس کو اشتہاء نہ ہوتی ہو ناقض وضو ہے) دلیل کا خدا تعالیٰ کی جانب سے الہام ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بعض جگہ اطفال پر نساء کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ قصہ فرعون میں

ارشاد فرماتے ہیں کہ

یذبح ابناء هم و یستحیی نساء هم

ترجمہ: ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا ہے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ مونث کو پیدا ہوتے ہی زندہ رکھتا تھا۔ تو جس طرح اس قصہ میں باری تعالیٰ نے لفظ نساء سے مونث مراد لیا ہے خواہ وہ عورت صغیرہ ہو یا کبیرہ تو اسی طرح اس آیت میں

او لامستم النساء

ترجمہ: یا چھوؤ تم عورتوں کو۔

قیاساً حکم عام ہونا چاہئے۔ اور یہ عجیب استنباط ہے میرے ذہن میں کسی اور نے اس کو نہیں نکالا۔ اس لئے کہ اس سے لمس کے ناقض وضو ہونے کی علت محض ملموسہ کا مونث ہونا معلوم ہوا۔ خواہ وہ صاحب شہوت ہو یا نہیں۔

اب ہر امام کے اس کلام کو جس کی کوئی صریح دلیل قرآن وحدیث میں نہ پاؤ اسی پر قیاس کر کے یقین کر لو کہ کوئی دلیل ضرور ہے جو ہمارے فہم ناقص میں نہیں آتی۔ یہ جائز نہیں ہے کہ اس کلام کو مردود یا ضعیف سمجھو کیونکہ تمہارے فہم کو امام کی فہم سے کیا نسبت۔ تمہاری عقل ان کی عقل کے بالمقابل مانند غبار خاک کی ہے۔ اور وہی زیادہ جاننے والا ہے۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆......☆

احادیث میں کہ جو شخص خیانت کرے ہماری وہ ہم میں سے نہیں اور

من تطیر او تطیر له

یعنی جو شخص بدفالی لے یا اس کیلئے بدفالی لی جائے اور

من لطم الخدود فلیس منا

جو رخساروں پر مارے وہ ہم میں سے نہیں اور

من شق الجیوب و دعا بدعوی الجاهلیة فلیس منا

جو شخص گریبانوں کو پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی سی چیخ پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں

اگر کوئی عالم تاویل کرے اور کہے کہ مراد رسول اللہ ﷺ کی یہ ہے کہ ایسا کرنے والا صرف اسی عادت میں ہم سے جدا ہے اور باقی عادتوں میں ہمارے زمرہ میں داخل ہے تو فاسق شخص ان عادات کو ایک معمولی اور آسان بات جانے گا۔ معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا اس قسم کی احادیث میں تاویل نہ کرنا شارع کے اتباع کی پوری دلیل ہے۔

ایک دفعہ حضرت جعفر صادقؒ اور مقاتل بن حبانؒ اور چند لوگ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دین میں قیاس بہت کرتے ہیں حالانکہ اس قیاس کا بانی ابلیس لعین ہے۔ تو مناسب ہے کہ آپ ہرگز قیاس نہ کریں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جو میں کہتا ہوں وہ قیاس نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سب قرآن شریف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

مافرطنا فی الکتاب من شیء

ہم نے قرآن شریف میں کسی شے کو بیان کرنے سے نہیں چھوڑا

تو جو کچھ میں کہتا ہوں وہ واقع میں قیاس نہیں ہوتا۔ بلکہ اس انسان کے نزدیک قیاس ہوتا ہے جس کو خداتعالیٰ نے قرآن شریف سمجھنے کا ملکہ نہیں عنایت فرمایا (انتہی) اس سے معلوم ہوا کہ اہل کشف قیاس کے محتاج نہیں کیونکہ وہ اپنے کشف کی وجہ سے قیاس سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ اگر ان حضرات پر کوئی شخص یہ سوال پیش کرے کہ والدین کو مارنا حرام ہے۔ حالانکہ اس کی حرمت کی تصریح قرآن مجید میں کہیں نہیں بلکہ خداتعالیٰ کے اس قول سے عقلاً نکالتے ہیں

فلا تقل لهما اف

اپنے ماں باپ کو اُف تک نہ کہو

کیونکہ جب اُف کہنے کی ممانعت ہے تو مارنا بدرجہ اولیٰ ناجائز اور حرام ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کشف پر یہ اعتراض ہرگز وارد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب باری تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے کہ

بالوالدین احساناً

انسان کیلئے واجب کر دیا کہ وہ اپنے والدین پر احسان کرے اور یہ ظاہر ہے کہ مارنا احسان نہیں بلکہ اس کی ضد ہے تو اس کیلئے قیاس کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

اور میں نے اپنے سردار حضرت علی خواصؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیاس دونوں صاحبوں کے نزدیک خواہ وہ ہوں جو قیاس کے محتاج ہیں یا وہ جو قیاس کے محتاج نہیں۔ میزان کے دونوں مرتبوں میں داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس نے انسان کو اس کا مکلّف بنایا ہے کہ وہ دلیلوں کی تلاش اور نظیروں کے اندر قرآن سے حکم نکالنے کی سعی کرے اس نے تشدید کی ہے۔ اور جس نے اس کا مکلّف نہیں کیا اس نے تخفیف کی ہے۔ اور ہر زمانہ میں دونوں قسم کے لوگ موجود رہے ہیں۔ وہ بھی جو مسائل کے استنباط پر قادر ہیں اور وہ بھی جو اس سے عاجز ہیں۔

اور علامہ ابن حزمؒ نے فرمایا ہے کہ تمام وہ احکام جو مجتہدین نے قرآن سے نکالے ہیں شریعت ہی میں شمار کئے جائیں گے اگرچہ ان کے دلائل عوام پر مخفی ہوں۔ اور جس نے اس کا انکار کیا ہے تو اس نے حقیقت میں اماموں کو خطاوار ثابت کیا ہے کہ وہ ان امور کو جن کی خدا تعالیٰ نے اجازت نہیں دی شریعت میں داخل کرتے ہیں۔ اور اماموں کو خطاوار کہنے والا گمراہ ہے۔ حق یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اگر امام ان احکام کی کوئی دلیل شریعت میں نہ پاتے تو ہرگز اس کو شریعت میں داخل نہ فرماتے۔

حاصل یہ ہے کہ استنباطِ احکام میں بھی میزان کے دونوں مرتبے جاری ہیں جس طرح قیاس میں۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجتہدین کے جس قدر احکام استنباطی ہیں وہ سب قابل اتباع ہیں وہ تشدید کو کام میں لاتا ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ صرف وہی احکام واجب الاتباع ہیں جن کی شریعت میں تصریح ہے یا ان پر علماء کا اجماع ہے تو اس نے تخفیف کی ہے لیکن پوری تخفیف نہیں کی۔ اس لئے کہ اس نے یہ نہیں کہا جن کی شریعت میں تصریح نہیں وہ ناجائز وحرام ہیں بلکہ اس کا قول اس قسم کا ہے کہ

فمن تطوع خيراً فهو خير له

جو شخص فدیہ میں زیادتی کرنی چاہئے تو یہ اس کیلئے اور زیادہ اچھا ہے۔

اور تمام تعریفیں پروردگار عالم ہی کیلئے ہیں۔

فصل اگر کوئی عالم اس کتاب میزان کے ساتھ ذوق کا مدعی بنے تو کیا ہم اس کی تصدیق کریں

اگر کوئی عالم اس میزان کے ساتھ ذوق اور تدین کا دعویٰ کرے تو کیا ہم اس کی تصدیق کریں یا توقف کرنا چاہیے۔

تو جواب یہ ہے کہ ہم اس سے علماء کے مذہبی اقوال کی علتیں دریافت کریں گے۔ خواہ مذہب ایسا ہو جو آج کل بھی استعمال کیا جاتا ہو یا ایسا کہ جو ختم ہو چکا ہو۔ تو اگر وہ ان سب کی تقریر کر دے اور ان تمام کو میزان کے دونوں مرتبوں کی طرف لوٹا کر حدیث و قرآن سے اس طرح ثابت کر دے جس طرح خود وہ امام جن کے یہ مذاہب ہیں تو اس وقت ہم اس کے دعوے کی تصدیق کریں گے۔ اور اگر ان اقوال میں سے کسی قول کی توجیہ میں بھی توقف کرے گا تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ اس کو میزان میں ملکہ حاصل نہیں ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ اس میزان کا عالم اور صاحب میزان کا ماننے والا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ ہماری مراد اقوال کی دلیلوں سے ان کے منشے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بعض علماء نے خوبصورت نابالغ لڑکے کا چہرہ دیکھنے کو حرام کہا ہے اور غرض جس کو منشا کہا جائے احتیاط ہے۔ اور دلیل اس میں احتیاط کرنے کی آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ

دع ما یریبک الی ما لا یریبک

یعنی چھوڑ اس کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کے اس فرمان میں غور کرے گا کہ

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن

اور نہ قریب جاؤ مال یتیم کے مگر اس طریقہ سے جو اچھا ہے

اور اس بات کو جان لے گا کہ غیر احسن طریقہ سے مال یتیم کے قریب جانے کو اس وجہ سے منع کیا ہے تاکہ یتیم یا اس کے مال کو کسی قسم کا ضرر نہ لاحق ہو۔ تو اس کو علماء اہل عمل اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کی علتیں خوب ظاہر ہو جائیں گی۔ پس چاہیے کہ خوب غور کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

اور میں عرض کر چکا ہوں کہ جب باری تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ مجھ کو شریعت کے سرچشمہ

آگاہ کر دیا۔ تو میں نے تمام مذاہب کو دیکھا کہ وہ سب اسی چشمہ سے متصل ہیں۔ اور ان تمام میں سے ائمہ اربعہ علیہم الرحمۃ کے مذاہب کی نہریں خوب جاری ہیں اور جو مذاہب ختم ہو چکے وہ خشک ہو کر پتھر بن گئے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں سے سب سے زیادہ لمبی نہر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی دیکھی۔ پھر اس کے قریب قریب امام احمد بن حنبلؒ کی اور سب سے چھوٹی نہر حضرت امام داؤدؒ کے مذہب کی پائی جو پانچویں قرن میں ختم ہو چکا ہے۔ تو اس کی وجہ میں نے یہ سوچی کہ ائمہ اربعہؒ کے مذہب پر عمل کرنے کا زمانہ طویل رہا اور حضرت امام داؤدؒ کے مذہب پر تھوڑے دن عمل رہا۔ پس جس طرح امام اعظمؒ کے مذہب کی بنیاد تمام مذاہب مدونہ سے پہلے قائم ہوئی ہے اسی طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا۔ اور اہل کشف کا بھی یہی مقولہ ہے۔

پھر جب میں نے مذاہب مجتہدین اور ان امور پر نظر ڈالی جو ہر دور میں ہمارے اس زمانہ تک ان سے متفرع ہوتے چلے آئے ہیں تو میں ہرگز اس پر قادر نہ ہوا کہ ان میں سے کسی کے قول کو بھی شریعت سے خارج بتلاؤں۔ وجہ یہ ہے کہ میں تمام اقوال و مذاہب کو شریعت کے چشمۂ اولیٰ سے مرتبط دیکھتا تھا اور سب سے زیادہ اچھی مثال اس کی مچھلی کے شکاری کا جال ہے جو مصر میں بنایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں سے پہلا پھندا جہاں سے مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ شریعت مطہرہ کے چشمہ کی مثال ہے۔ اس کے بعد پھر جس قدر پھندے پھیلے ہوئے دیکھتے ہو آخر تک یہ سب ائمہ مجتہدین اور ان کے قیامت تک آنے والے مقلدین کے اقوال ہیں۔ جن میں سے ہر قول چھوٹے چشموں سے مربوط ہے۔ اور ان میں سے ہر چشمہ اپنے مافوق چشمہ سے متصل ہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ شریعت کے پہلے اور بڑے چشمہ سے جا ملتا ہے۔

پس کیا ہی سعید ہے وہ شخص جس کو باری تعالیٰ شریعت کے چشمہ اولیٰ سے آگاہ کر دے جس طرح ہم کو آگاہ کیا ہے اور وہ یقین کرنے لگے کہ ہر مجتہد برحق ہوتا ہے اور کیسا مقصدور اور کس قدر مسرور ہوگا یہ شخص کہ جب قیامت کے دن تمام علماء اس کا ہاتھ پکڑیں گے اور اس کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم فرمائیں گے۔ اور تمام علماء اس کی شفاعت کرانے میں باہم مقابلہ کریں گے ہر عالم یہی چاہے گا کہ میں شفاعت کراؤں۔

اور کس قدر نادم ہوگا وہ شخص جو سلوک طے کرنے سے قاصر رہا اور شریعت کے چشمہ اولیٰ دیکھنے سے محروم رہا۔ اور تمام مجتہدین میں سے برحق ایک ہی کو مانا۔ اور باقیوں کو خطاوار بتلایا۔ کیونکہ وہ تمام مجتہدین جن کو اس نے خطاوار بتلایا ہوگا قیامت کے دن اس کے سامنے ترشروئی ظاہر کریں گے۔ اس لئے کہ باوجود اپنی فہم خراب ہونے کے ان کی شان میں بڑی بے ادبی کی کہ ان کی طرف خطا اور جہالت کی نسبت کی۔

پس اے بھائی اخلاص کے ساتھ علم حاصل کرنے کی سعی کرو اور اس کی کہ اس علم پر عمل بھی کیا جائے یہاں تک کہ جلدی سے تمہارا راستہ طے ہو جائے۔ اور مجتہدین کے بلند مقام کو جھانکنے لگو۔ اور جس چشمہ سے تمہارے امام نے خوشہ چینی کی ہے تم بھی اس سے خبردار ہو جاؤ۔ اور اس چشمہ سے سیرابی میں اپنے امام کے دوش بدوش بن جاؤ۔

پس جس طرح اثنائے سلوک میں جب تمہاری آنکھوں پر اس سرچشمہ سے پردہ پڑا ہوا تھا تو تم اس امام کے تابعدار تھے اسی طرح تم کو چاہئے کہ جب تم اس چشمہ سے آبگیری کرنے لگو تب بھی اپنے امام کا حلقۂ اتباع اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہو۔ پھر جب تم اس بلند مقام کو حاصل کرلو اور چشمہ اولی اور اس کی تمام شاخوں کا مشاہدہ کر چکو تو تم خود بخود علماء کے تمام اقوال کی توجیہ کرنے لگو گے اور کسی ایک قول کے بھی رد کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ یا تو اس وجہ سے کہ ہر ایک کی دلیل خواہ تخفیف ہو یا تشدید تمہارے نزدیک صحیح ثابت ہو جائے۔ یا اس وجہ سے کہ تم نے تمام اقوال کو چشمۂ شریعت سے نکلتا ہوا دیکھ لیا ہے۔ اگر چہ ان اقوال کا ظہور آخری دور میں ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

پس حاصل یہ نکلا کہ تمام اقوال دو مرتبوں تخفیف اور تشدید سے خالی نہیں ہیں۔ اور ہر مرتبہ کیلئے آدمی مخصوص ہیں۔

اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تقلید میں کثرت کرنا بصیرت میں نقصان پیدا کرتا ہے اس کلام سے امام موصوف کا مقصد علماء کو اس امر پر برانگیختہ کرنا ہے کہ وہ احکام دینیہ کو خود چشمۂ شریعت سے حاصل کرنے لگیں اور کسی مجتہد کے پردہ کی آڑ میں رہ کر صرف تقلید ہی پر اکتفا نہ کریں۔ پس تمام تعریفیں اسی خدا کو ہیں جس نے ہم کو ان لوگوں میں سے بنایا جو علماء شریعت کے ہر کلام کی عمدہ توجیہ کرتے ہیں۔ اور تمام اقوال کو چشمۂ شریعت سے متصل دیکھ کر کسی قول کی تردید نہیں کرتے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم

یعنی میرے تمام صحابی مانند ستاروں کی ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

ہماری بہت بڑی تائید کرتی ہے۔

اور اس حدیث شریف میں اگر چہ علماء محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اہل کشف کے نزدیک اس حدیث کی صحت میں کچھ شبہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مجتہدین نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ کسی مجتہد کو نہ پاؤ گے کہ اس کا سلسلہ کسی ایک صحابی سے جو اس کے قول میں متفق ہو یا صحابہ کی ایک جماعت سے نہ ملتا ہو۔

اگر تم سوال کرو کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ اصل ہیں اور علمائے مجتہدین ان کی فرع تو پھر کیا وجہ ہے کہ علماء نے صحابہ کے سوا دوسرے مجتہدین کے کلام کو اس کلام سے درجہ میں مقدم رکھا ہے جو صرف ایک یا دو صحابیوں کا ہو۔

تو جواب یہ ہے کہ علماء نے بعض مسائل میں مجتہدین غیر صحابی کے کلام کو صحابی کے کلام پر اس وجہ سے مقدم کیا ہے کہ مجتہد کا زمانہ آخری ہونے کی وجہ سے اس کا علم تمام اقوال صحابہ یا اکثر کو محیط ہو گیا ہے۔ تو اس میں ا[illegible] میزان کے دونوں مرتبے تخفیف و تشدید جاری ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو مذہب جمہور صحابہؓ یا بعض کا ہو گا وہ ان دونوں

فصل اس بیان میں کہ مجتہدین میں سے کسی کا قول شریعت سے خارج نہیں

اس کے اندر اقوال مجتہدین میں سے کسی قول کا شریعت سے خارج نہ ہونا بیان کیا جائے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مجتہدین نے اپنے مذاہب کے قواعد کو ایسی حقیقت پر مبنی کیا ہے جو شریعت کے دونوں مرتبوں میں اعلیٰ ہے۔ جس طرح ان اقوال کی ظاہری شریعت پر بنا بالکل صحیح اور درست ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ مجتہدین اس حقیقت کے جاننے والے بھی ہیں۔ برخلاف بعض مقلدوں کے گمان کے۔ تو پھر کوئی قول ان کا شریعت سے کیونکر خارج ہوسکتا ہے۔ اور جو شخص ہم سے اس بارہ میں نزاع کرے تو وہ ائمہ کے مقام سے جاہل ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حضرات حقیقت اور شریعت دونوں کے عالم تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک اس پر قادر تھا کہ اپنے اور دوسروں کے مذہب پر ادلہ شرعیہ کو اس میزان کے دونوں مرتبوں کے موافق جاری کرے۔ اور اس کے بعد پھر کوئی شخص دوسرے مذہب کے اقوال میں نظر کرنے کا محتاج نہ رہے۔ لیکن چونکہ وہ لوگ اہل انصاف اور اہل کشف تھے اس لئے وہ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں چند مذاہب مخصوصہ شائع ہوں گے۔ نہ صرف ایک ہی مذہب۔ تو ہر امام نے اپنے مابعد امام کے واسطے ایسے چند مسائل چھوڑ دیئے جن کا اس نے دوسرے مذہب میں داخل ہونا بذریعۂ کشف معلوم کرلیا تھا۔ تو ان چند مسائل کو ترک کر دینا بہ نیت انصاف اس علم کے اتباع کی غرض سے ہے جو اس کو بذریعۂ کشف معلوم ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہی مقصود ہے نہ سنت سے اعراض کرنے کی غرض سے۔ اور ان اماموں کا بذریعۂ کشف اس امر پر مطلع ہونا ایسا ہے جس طرح اولیاء اللہ ہر انسان کے حسی رزق کے نصیب کو جانتے ہیں۔

پس اے بھائی جب تم ائمہ مذاہب کے اقوال میں غور کرو گے تو اگر کسی امام کو ایک مسئلہ میں تخفیف کرتے تو دوسرے مسئلہ میں اس کو ضرور تشدید کرتے پاؤ گے اور برعکس۔ چنانچہ اس کی پوری تفصیل علماء کے فقہی اقوال کی توجیہ میں آجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور میں نے اپنے شیخ حضرت علی خواص کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ائمہ مذاہب نے اپنے مذاہب کو حقیقت اور شریعت دونوں کے قواعد پر چل کر اس لئے قوت دی ہے تا کہ وہ بتلائیں کہ ہم نے اپنے دونوں طریقوں کے ساتھ عالم ہونے کا اتباع کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اقوال ائمہ مجتہدین میں سے کوئی قول خارج از شریعت نہیں ہوسکتا ہے لیکن اہل کشف کے نزدیک۔ اور وہی سمجھ سکتے ہیں اور کس طرح خارج ہوسکتا ہے جبکہ وہ

اپنے ہر قول کے مادہ کو حدیث وقرآن اور اقوال صحابہ میں جانتے ہیں۔ اور کشف ان کا صحیح ہے اور جس دلیل میں ان کو توقف ہوتا ہے تو حالت یقظانی میں بالمشافہ ان شروط کے ساتھ جو اہل کشف کے نزدیک معتبر ہیں رسول خدا ﷺ سے روحانی ملاقات کر کے دریافت کر لیتے ہیں کہ یہ قول آپ کا فرمان ہے یا نہیں۔ اسی طرح قرآن و حدیث سے جو کچھ مسائل استنباط کرتے ہیں تو قبل تدوین وترویج رسول خدا ﷺ سے دریافت کر لیتے ہیں۔ کہ یارسول اللہ ﷺ ہم نے جو یہ فلاں آیت یا آنجناب کے فلاں قول مبارک سے سمجھا ہے کیا آپ اس سے راضی ہیں تو موافق مقتضائے قول واشارہ کے عمل میں لاتے تھے۔

اور جو شخص ہمارے مضمون مذکور یعنی ائمہ مجتہدین کے کشف اور ان کی رسول خدا ﷺ سے روحانی ملاقات میں کچھ توقف کرے تو ہم اس سے یہ کہیں گے کہ ایسے امور کا کرامات اولیاء ہونے میں تو کچھ شک نہیں جس کا وقوع اکثر ہوتا رہتا ہے۔ تو اگر ائمہ مجتہدینؒ ولی نہ ہوں تو پھر سطح زمین پر اور کون ولی ہو سکتا ہے۔

اور بہت سے ان اولیاء سے منقول ہے جو ائمہ مجتہدین سے مقام یقین میں کمتر ہیں کہ بہت مرتبہ وہ رسول خدا ﷺ کے ساتھ مجتمع ہوئے اور علمائے زمانہ نے اس کی تصدیق بھی کی ہے جیسے سیدی شیخ عبدالرحیم قنادی اور سیدی شیخ ابو مدین مغربیؒ اور سیدی ابوالسعود ابن ابی العشائر اور سیدی شیخ ابراہیم دسوقی اور سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی اور سیدی شیخ ابوالعباس مرسی۔ اور سیدی شیخ جلال الدین سیوطیؒ اور سیدی شیخ احمد زوادی بجیری اور بہت سے وہ حضرات جو ہماری کتاب ''طبقات الاولیاء'' میں مذکور ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور میں نے ایک پرچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس دیکھا جس میں اس شخص کا جواب تھا جس نے شیخ موصوف سے سلطان قایتبائیؒ کے یہاں سفارش کرنے کی درخواست کی تھی اور وہ جواب یہ ہے کہ (اے بھائی میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ اب تک جاگنے کی حالت میں بالمشافہ پچھتر بار جمع ہو چکا ہوں اور اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں رسول خدا ﷺ میرے حکام کے پاس جانے سے مجھ سے پردہ میں نہ ہو جائیں تو میں ضرور قلعہ میں جا کر سلطان سے تیری سفارش کرتا اور میں ایک شخص ہوں جس کا منصب رسول خدا ﷺ کی حدیث کی خدمت کرنا ہے اور ان احادیث کی تصحیح کے واسطے جن کو محدثین نے اپنے طریقوں سے ضعیف بیان کیا ہے۔ مجھے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عام نفع پر خاص تیرے نفع کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ (انتہیٰ)

اور شیخ جلال الدین کے فرمان مذکور کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو سیدی محمد بن زین ثنا گوئی رسول خدا ﷺ کے بارہ میں مشہور ہے۔ کہ وہ آنحضرت ﷺ کو بحالت بیداری بالمشافہ دیکھ لیتے تھے اور جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں مزار مبارک پر جا کر حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے اندرون قبر مبارک ان سے کلام کیا اور یہی مرتبہ ان کا ہمیشہ رہا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے جو قبیلہ نحراریہ کا تھا حاکم شہر کے پاس سفارش لے جانے کی ان سے درخواست کی چنانچہ جب یہ اس حاکم کے پاس گئے تو اس نے ان کو اپنے فرش پر بٹھایا اسی وقت سے رسول خدا ﷺ کا دیکھنا بند ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے رسول خدا ﷺ کے دیکھنے کی بہت کوشش کی اور ایک

شعر بھی پڑھا تو آنحضرت ﷺ بہت دور سے دکھائی دیئے اور فرمایا کہ تو ظالموں کے فرش پر بیٹھتا ہے اور پھر مجھے دیکھنا چاہتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر ہم نے نہیں سنا کہ انہوں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا ہو۔ (انتہیٰ)
اور ہم کو شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اور ان کے شاگرد شیخ ابوالعباس مرسیؒ وغیرہ سے یہ نقل پہنچی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر رسول خدا ﷺ کا نظر آنا ہم سے ایک لحظہ کو بھی بند ہو جائے تو ہم اپنے آپ کو زمرۂ مسلمین میں سے شمار نہ کریں۔ تو جب ایسے ولیوں کی یہ حالت ہو تو ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا ٹھکانا ہے ان کو کم از کم یہ مرتبہ تو ضرور ہی حاصل ہوگا۔

اور میرے شیخ حضرت علی خواصؒ فرماتے تھے کہ کسی مقلد کو جائز نہیں کہ وہ ائمہ مذاہب کے اقوال میں سے کسی قول پر بھی عمل کرنے میں توقف کرے اور اس قول پر ان سے دلیل کا مطالبہ کرے کیونکہ یہ ان کی شان میں بڑی بے ادبی ہے۔ اور ان اقوال پر عمل کرنے میں توقف کیونکر ہوسکتا ہے جن کی بنیاد صحیح احادیث اور اس صحیح کشف پر ہو جو کبھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم کشف امور واقعیہ کی خبر دینے کا نام ہے۔ جب کشف کے یہ معنی ہوئے تو اس کو تم کبھی کسی امر میں شریعت کے خلاف نہیں پاسکتے۔ کیونکہ یہ کشف بعینہٖ شریعت ہے۔ اس لئے کہ رسول خدا ﷺ چونکہ باطل اور ظن سے معصوم ہیں تو جو کچھ آپ فرمائیں گے وہ امر واقعی ہی ہوگا۔ (انتہیٰ) اور عنقریب اس کا پورا بیان آنے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور میں نے اپنے شیخ علی مرصفیؒ کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام ائمہ مذاہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حال اور قال دونوں علموں میں رسول خدا ﷺ کے وارث ہیں برخلاف بعض صوفیہ کے کہ انہوں نے یہ وہم کیا کہ مجتہدین صرف علم قال ہی میں رسول خدا ﷺ کے وارث ہیں علم حال میں نہیں۔ یہاں تک کہ بعض صوفیہ یہ کہہ بیٹھے ہیں کہ مجتہدین کا تمام علم اس نیک بندہ کے علم کا چوتھائی حصہ ہے جو طریقت میں کامل ہے۔ کیونکہ انسان ہمارے نزدیک اسی وقت کامل ہوتا ہے کہ جب وہ ولایت کے اس مقام میں پہنچ جائے جس میں اس کو ان چاروں مدارج کا علم حاصل ہو جائے جو اس فرمان خداوندی میں مسطور ہیں۔ کہ

هو الاول والاخر والظاهر والباطن

وہی اول ہے اور وہی آخر وہی ظاہر ہے اور وہی پوشیدہ

اور مجتہدین سوائے خدا تعالیٰ کے اسم ظاہر کے مرتبہ کے، نہ وہ ازل کے مرتبہ سے واقف ہیں نہ ابد کے اور نہ علم حقیقت ان پر روشن ہے۔ (انتہیٰ)

(میں کہتا ہوں) کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے ناواقف ہے اور کیسے کچھ ائمہ جو زمین کی میخیں اور دین کے ستون ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں۔

اور میں نے شیخ علی خواصؒ کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ ہر وہ شخص جس کے قلب کو خدائے قدیر نے منور فرمادیا ہو وہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے تمام مذاہب کو دونوں قسم کی سندوں کے ساتھ رسول خدا ﷺ تک پہنچا

اس درخت کی اس اصل اور بیخ کا ملاحظہ کرو جو اس کے نیچے کی جانب میں ہے پھر اس کی شاخوں اور پھلوں کو دیکھو کہ یہ تمام اشیاء اسی اصل اور بیخ سے متفرع ہوئی ہیں جو بمنزلہ سرچشمۂ شریعت کی ہے پھر ان شاخوں وغیرہ میں سے جو بڑی شاخیں اور فروع ہیں وہ تو ائمہ مذاہب کے اقوال ہیں۔ اور جو چھوٹی چھوٹی ہیں وہ اکابر مقلدین کے اقوال ہیں اور جو شاخوں میں سے ٹہنیاں نکلی ہوئی ہیں وہ ان مقلدین میں سے طلبہ ہیں اور چھوٹی ٹہنیوں کی اوپر کی جانب میں جو (سرخ) نقطے ہیں وہ ان مسائل کی مثالیں ہیں جو ہر زمانہ کے علماء کے اقوال سے مستنبط ہونے والے ہیں۔ یہاں تک کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو جائے۔ کیونکہ ان کے ظہور کے بعد ان سے پہلے مذاہب کے اقوال پر عمل کی پابندی باطل ہو جائے گی۔ چنانچہ اہل کشف نے اس کی تصریح کی ہے اور امام مہدی علیہ السلام کو پورے طور پر شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق حکم کرنے کا الہام کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر رسول خدا ﷺ موجود ہوتے تو ان کے تمام جاری کردہ احکام کو تسلیم فرماتے اور انہی کو قائم رکھتے۔ چنانچہ اس حدیث میں جس کے اندر امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ ہے اس طرف اشارہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اس میں فرماتے ہیں کہ

یقفوا اثری لا یخطی

یعنی مرے قدم بقدم چلیں گے اور ذرا بھی خطا نہ کریں گے۔

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے تو اجرائے احکام کا اور طریقہ ہو جائے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت محمد ﷺ کی بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی نازل ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حقیقتِ شریعت سے نہ کوئی نبی خارج ہوا اور نہ کوئی متقدمین یا متاخرین میں سے عالم۔ بلکہ تمام انبیاء اور اولیاء آپ کی شریعت کے دائرہ میں محصور ہیں۔ اور ان تمام کا علم آپ ﷺ ہی کے چشمۂ شریعت اور آپ ﷺ ہی کے شجرِ علم سے متفرع ہے۔ اور کوئی قول ائمہ شریعت کا ایسا نہیں ہے جو اس درخت یا اس کی شاخوں یا اس کی ٹہنیوں سے نہ نکلا ہو اور جو شخص اس درخت میں نظر غور سے کام لے گا وہ کسی قول کو ایسا نہ پاوے گا کہ وہ اپنے سے پہلے قول کے ساتھ متصل نہ ہو۔ والحمد للہ وحدہ۔

اقوال مجتہدین کے اصل شریعت سے متصل ہونے کی

دوسری مثال نقشہ دائرہ:

یہ دوسری مثال ہے مذاہب مجتہدین اور مقلدین کے اصل شریعت سے متصل ہونے کی۔

فصل امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اس غلط گمان کا بیان کہ آپ کے اکثر اقوال ضعیف ہیں

اس میں اس شخص کی کمزوری ظاہر کی جائے گی جو کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اکثر اقوال ضعیف ہیں:

جاننا چاہئے کہ میں نے بحمد اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ اور دوسرے اماموں کے مذہبی دلائل کا مطالعہ کیا ہے بالخصوص مذہب امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا کہ ان میں غور کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے مذہب کی تخریج احادیث کی کتاب جو ہدایہ میں مذکور ہیں اور اس کتاب کو علامہ حافظ زیلعی نے تالیف کیا ہے خوب غور سے دیکھی۔ اور اس کے علاوہ اور شرحیں بھی دیکھیں۔ تو میں نے آپ کی اور آپ کے اصحاب کی دلیلوں کو یا حدیث صحیح سے مستنبط پایا یا حدیث حسن سے یا حدیث ضعیف سے جو طرق روایت کثیر ہونے کی وجہ سے صحیح الاحتجاج ہونے میں یا حدیث حسن کے ساتھ لاحق ہے۔ یا حدیث صحیح کے ہم پلہ ہے اور طریق روایت کی تعداد تین سے کم نہیں پائی اور زیادتی میں دس طریقوں تک پہنچتی ہے۔ اور جمہور محدثین نے اس ضعیف حدیث کو جس کے طریقِ روایت کثیر ہوں قابل احتجاج بلکہ کبھی حدیث صحیح کے ساتھ اور کبھی حدیث حسن کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اور حدیث ضعیف کی قسم مذکور علامہ بیہقی کی کتاب ''السنن الکبریٰ'' میں ہے جس کو انہوں نے اس غرض سے تالیف کیا ہے کہ اس میں تمام ائمہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کی حجتیں اور دلائل بیان کئے جائیں۔ تو وہ جب کوئی صحیح یا حسن حدیث نہیں پاتے ہیں تو اس وقت اسی ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اسی حدیث ضعیف کو چند طریقوں سے روایت کر دیتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان طریقوں میں سے بعض بعض کی تقویت کرتا ہے۔ تو اگر مان بھی لیا جائے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بعد دلائل ضعیف ہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ کچھ انہی کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ اس بارے میں تمام ائمہ امام صاحبؒ کے شریک ہیں اور قابل ملامت نہیں ہے مگر وہ شخص جو ایسی حدیث سے دلیل پکڑتا ہو جو ضعیف ہو۔ اور اس کی روایت کا سوائے ایک طریق کے اور کوئی طریقہ نہ ہو۔ اور اس قسم کی حدیث ائمہ مجتہدین کی کسی دلیل میں نہیں ملے گی۔ تو یہ امر واضح ہو گیا کہ کوئی امام حدیث ضعیف کو دلیل نہیں بناتا تاوقتیکہ اس کی روایت کے طرق کثیر نہ ہوں۔ اور یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی طرف سے جو کچھ جواب دوں گا وہ محض سینہ کی صفائی اور ان کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے نہ دوں گا بلکہ آپ کے اصحاب کے اقوال کے دلائل اچھی